# سیرتِ رسول ﷺ اور پنجابی سیرت نگاری

ڈاکٹر ناصر رانا

Dr. Nasir Rana

ڈین فیکلٹی آف لینگوئجز اینڈ لٹریچر و
ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ کوالٹی ایشورنس
گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

**Abstract:**

This article carries history of Seerah writing Arabs, others and enlights upon works in verse and prose in Punjabi language.In Punjabi it began in the 17th century.Barkhurdar Ranjha and Maulvi Abdullah Lahori's 'Bara Anwa'include Seerah topics. 'Siraj-e-Mohammadi', 'Sabz Gunbad day Nazaray', 'Jhok Madinay Walay Sultan di' and 'Fazail-e-Mustafa'etc are considered as the complete books on Seerah in Punjabi. Shalok, Ghazal, Kafi, Qasida, Gulzar, Satwara and Bara Mah also are the form to express seerah topics. In prose Seerah writing starts from 1928 with the book 'Hazrat Muhammad Sahib da Pavitr Jiwan' and it comes up to 'Khair-ul-Bashar' of Abd-us-Shakoor Ansari. This topic is evelasting.

سیرت کے زیرِعنوان قابل ذکر اعلیٰ وادنیٰ شخصیات پر اکثر لکھا جاتا ہے لیکن جب ''سیرت نگاری'' کی ترکیب استعمال کی جائے تو اس سے اصطلاحی طور پر نبیؐ آخرالزماں ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا بیان مراد لیا جاتا ہے۔ سرکارِ عالمینؐ کی حیاتِ طیبہ کا بیان آپ کی موجودگی ہی میں شروع ہو گیا تھا جو صحابہ کی آپس کی گفتگو اور حال احوال میں موجود ہوتا تھا۔ سیرت کا منبع احادیث ہی ہیں البتہ اس کی الگ ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ حدیث کی کتابوں میں نبیؐ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات و دیگر سوانح بکھری ہوئی صورت میں ملتے ہیں۔ ان میں تاریخی ترتیب نہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کی الگ ضرورت کا احساس بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ''سیرت میں ایک خاص ترتیب ملحوظ

ہوتی ہے۔اس لیے یہ ایک الگ فن ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غزوات کو مغازی کے علاوہ سیرت کہتے ہیں۔''(۱) جب کہ محمد جنید ندوی رقم طراز ہیں کہ''سیرت نگاری کا کام تاریخی واقعات کی جانچ پڑتال کر کے فیصلہ دینا ہے، بہتر مستقبل کی طرف راہ نمائی کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ وہ فی الواقع کیسے رونما ہوئے۔''(۲)

اگر چہ عربوں کی زبان دانی اور قصیدہ گوئی کا کوئی مثیل نہیں لیکن مدینہ میں پڑھے لوگوں کی انتہائی معمولی تعداد اور احادیث و روایات کے گنتی کے کاتبوں کی موجودگی ہی دراصل اس تحریری فن اور علم و روایت کے فروغ کا باعث بنی۔ پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف میں با قاعدہ طور پر عروۃ بن زبیر، ابان بن عثمان اور ابن شہاب زہری کی کتب ہائے مغازی سیرتِ رسولؐ کی بنیاد بنیں۔ دَورِ اول کے دیگر راویان و مصنفینِ سیرت میں سعید بن سعد، سہل بن ابی حثمہ، سعید ابن مسیّب، عبید اللہ ابن کعب، قاسم بن محمد، عاصم بن عمر، جعفر بن محمود، شرجیل بن سعد، یعقوب بن عتبہ، عبداللہ بن ابی بکر، یزید بن رومان، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن، داؤد بن الحسین اور موسیٰ بن عقبی کی خدمات بھی نا قابل فراموش ہیں۔ان جلیل القدر دانش وروں کا تعلق مدینہ سے ہے۔ان کے علاوہ کوفہ سے عامر بن شراحیل شعبی اور عمرو بن عبداللہ السّبیعی، بصرہ سے سلیمان بن طرخان تیمی اور یمن سے وہب بن منبہ صنعانی نے بھی اس تاریخی صنف میں قابل ذکر کام کیا۔مسلمانوں کا نیا دار الخلافہ بغداد بننے کے بعد کے زمانے کو سیرت نگاری کے دوسرے دَور کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے۔

اس زمانے میں محمد ابن اسحاق، محمد بن عمر الواقدی، محمد ابن سعد، معمر بن راشد، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز حنفی، ابومعشر سندی، سلیمان بن بلال تیمی، عبدالملک بن محمد بن ابوبکر انصاری، علی بن مجاہد کابلی، زیاد بن عبداللہ بکائی، ابراہیم بن سعد، ہُشیم بن بشیر واسطی، ابواسحٰق ابراہیم بن محمد فزاری، سلمہ بن الفضل ابرش، محمد بن سلمہ باہلی، یحییٰ بن سعید، ابوالعباس اموی، ولید بن مسلم قرشی، عبداللہ بن وہب، یونس بن بکیر، ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر، عبدالرزاق بن ہمام، عبدالملک بن ہشام، علی بن محمد مدائنی، ابوعبداللہ محمد بن عائذ، محمد بن عبداللہ، عبدالملک بن حبیب سلمی، حسن بن عثمان زیادی، احمد بن حارث خزاز، حماد بن اسحٰق، ابوذرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو، اسماعیل بن اسحٰق، ابراہیم بن محمد، ابراہیم بن اسحٰق اور محمد یحییٰ مروزی وغیرہ نے عربی زبان میں سیرت کے علم کو عام کیا۔مولانا شبلی نعمانی محمد ابن مسلم شہاب الزہری کو پہلے مغازی اور سیرت نگار اور محمد بن اسحٰق کو فن مغازی کے امام قرار دیتے ہیں جن کی ''المغازی'' عبدالملک ابن ہشام کی تہذیب و ترتیب کے بعد ''سیرت ابن ہشام'' کے نام سے معروف ہوئی۔(۳) فن سیرت میں محمد بن اسحٰق (و 150ھ) کے بارے میں علامہ بلاذری کی روایت ہے کہ خلیفہ منصور عباسی کی فرمائش پر آپ نے سیرت کی کتاب تحریر کی۔اس کتاب میں معلومات کی فراوانی تھی اس لحاظ سے اسے جامع اور مفصل سیرت کہا گیا۔بعد میں آنے والے مؤرخین و مصنفین نے اس پر اعتماد کیا اور اسے ماخذِ اوّلین قرار دیا۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی

کہ اس سے پہلے کے نوشتے ناپید ہو چکے تھے۔ سیرت ابن ہشام کی صورت یہ کتاب تا حال محفوظ ہے اور جرمن مستشرق وُسٹن فیڈ (Wusten Feid) کے ہاتھوں جدید طباعتی تقاضوں کے مطابق شائع بھی ہو چکی ہے۔(۴)

ابتدائی سیرت نگاروں میں سے عروہ بن زبیر (و94ھ)، ابان بن عثمان (و105ھ)، عاصم بن عمر بن قتادہ (و120ھ)، محمد بن مسلم بن شہاب زہری (و123ھ)، شرجیل بن سعد (و123ھ)، عبدالملک بن ابوبکر بن حزم (و151ھ) اور عبداللہ بن جعفر کی مدینہ شہر میں نشستوں میں سیر و مغازی کے باقاعدہ لیکچر ہوتے تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ:

> ''یہ ہم عصر و ہم وطن علمائے سیر و مغازی ایک جگہ بیٹھ کر مذاکرے کرتے اور سننے والے اپنے اپنے ظرف، حوصلہ اور ذوق کے مطابق حصہ لیتے۔ مروان بن حکم اپنے دورِ امارت میں مدینہ منورہ کے علمائے صحابہ و تابعین کی مجلسیں منعقد کر کے ان سے استفادہ کرتا تھا۔''(۵)

ان کے علاوہ ایسے اکابر بھی ہیں جنھوں نے احادیث و روایات جمع کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا لیکن اُن کے نام بطور سیرت نگار محفوظ نہیں۔ ان اہم کاموں میں امیر معاویہؓ کی طرف سے یمن سے بلا کر عبید بن شریّہ سے مرتب کروائی گئی ''اخبار الماضیین'' اور قاضی مدینہ سعد بن ابراہیم سے عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے دفتروں کے دفتر احادیث جمع کروانا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(۶) سلسلہ وار یہ تمام سیرت نگار عجمی سیرت نگاروں کے لیے راہبر کا مقام رکھتے ہیں۔

پہلی دو صدیوں کی ان کاوشوں کے بعد جملہ علوم اسلامیہ پر تصنیفات کا رواج ہوا۔ اب تک سیرت کے ان کاموں کے علاوہ ''صحاح'' لکھی جا چکی تھیں اور اہم فقہی کام ہو چکا تھا جن پر مسالک کی بنیاد رکھی گئی۔ لہٰذا اب ان کتب کی تہذیب، ترامیم، اضافوں اور شرحوں کی طرف توجہ ہوئی۔ بقول ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر:

> ''اس کے بعد مسلمان مؤرخین نے عالمی تاریخیں لکھنی شروع کیں اور سیرت ان کی تاریخ کا ایک جزو یا حصہ بن گیا۔ مثلاً تاریخ طبری، تاریخ مسعودی اور تاریخ یعقوبی وغیرہ میں سیرت رسول اللہؐ کا حصہ عالمی تاریخ کے ایک جزو کے طور شامل ہے۔ یہ صورت حال تقریباً دو سو سال تک برقرار رہی۔ اس کے بعد ایک بار پھر مؤرخین نے سیرت نبوی پر علیحدہ تصانیف کا سلسلہ شروع کیا۔''(۷)

مغرب میں یہ کام کلیسائی تحریک کے تحت شروع کیا گیا اور اس سلسلے کی پہلی اینٹ سینٹ جان (St. John) نے آٹھویں صدی عیسوی میں رکھ دی تھی۔ اُن کی تصنیف 'De Haersibus' اور 'Dialexis' افسانوی انداز کی سیرتیں ہیں۔ سینٹ جان کا تراشا ہوا افسانہ آج تک مغربی مصنفین کے ہاں مسلمات کی صورت میں شامل تحریر ہے۔(۸)

دسویں صدی ہجری کے بعد صدیوں کے توقف سے سترہویں صدی عیسوی میں مستشرقین نے دوبارہ اسے موضوع کو اپنایا اور نبی مکرم کی زندگی کو (اپنے زاویے سے ہی سہی) کتابی صورت میں بیان کرنا شروع کیا۔ 1697ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اور کرائسٹ چرچ کے ڈین ہمفری پریڈیکس (Humphery Prideaux) نے The true Nature of Imposture fully display'd in the life of Mahomet' کے عنوان سے پہلی (لیکن متعصب) کتاب لکھی۔ اس کے بعد اسی یونیورسٹی کے استاد سائمن آ کلے (Simon Ockley) نے 'The History of Saracens' کے عنوان سے یہ موضوع اپنایا جو اُنیسویں صدی عیسوی میں سرولیم میور کی 'The life of the Prophet' میں ضمیمے کے طور پر شامل ہوئی۔ اُنیسویں صدی ہی میں ایک جرمن الائس سپرنگر (Aloys Sprenger) نے 'Das Leben und die Leher des Mohammed' تصنیف کی۔ بلجیم نژاد ہنری لیمنس (Henri Lammens) کی 'Republique Marchande' اور جرمن لکھاری ہیرچ گرم (Heirrich Grimme) کی 'Mohammad' بھی اسی طرح کے موضوعات و رُجحانات لے کر سامنے آتی ہیں جو ان سے پہلے مستشرقین نے اختیار کیے تھے۔ اسی نوع کی ایک کتاب آکسفورڈ کے عربی کے پروفیسر ایچ اے آر گب (H.A.R. Gibb) کی 'Mohammedanism' بھی ہے۔ اطالوی مصنف لیون کیٹنی (Leon Caetani) نے 1907ء میں 'Studi di storia Orientale' اور 'Annali dell' Islam' کے عنوان سے دو کتابچے مرتب کیے۔ اسی طرح مشہور مستشرق ڈاکٹر مارگولیتھ (Dr. David Margoluith) کی 'Mohammad and the Rise of Islam' اور سویڈش لکھاری ٹور اینڈرے (Tor Andrae) کی 1932ء میں جرمن زبان میں شائع ہونے والی کتاب 'Mohammad Sein Leben Und Sein Glaube' بھی ختم المرسلینؐ کی حیات و تعلیمات کو اس کی روح کے مطابق دیکھنے کی بجائے اپنی عینک سے دیکھتی ہیں۔ (۹) بہرحال ان کتب نے اور کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو، مغرب میں آپؐ کی ذات گرامی کی شناخت کروائی اور روشنی حاصل کرنے کے متمنی دلوں کو اس طرف راغب ضرور کیا۔

اردو زبان میں سیرت نگاری کا آغاز قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تین جلدوں پر مشتمل ''رحمۃ اللعالمین'' سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد سید احمد خان کی ''خطبات احمدیہ'' اور ترتیب کے لحاظ سے تیسری علامہ شبلی کی ''سیرت النبیؐ'' ہے۔ یہ کتاب ترتیب کے لحاظ سے جہاں بھی ہو، اردو میں حوالے کی کتاب کے طور پر اسی کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں سند و اخذ کی صحت کا بے حد خیال رکھا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ شبلی نے رسولِ محترمؐ کی ذات کو روحانیت کاملِ اور پاکیزگی کا ارفع اور کامل نمونہ قرار دیا ہے۔ (۱۰) اگرچہ سید سلیمان ندوی نے شبلی کی وفات کے بعد ''سیرت النبیؐ'' کا باقی ماندہ کام بھی مکمل کیا لیکن اُن کے اسلامی تعلیمی مشن مدراس میں دیے گئے خطبات پر مبنی اپنی تصنیف ''خطبات مدراس''

بھی اس ضمن کی اہم کتاب ہے۔ مناظر احسن گیلانی کی تحریر ''النبی الخاتم'' جدید دَور کی ایک اہم تصنیف ہے جس میں حضورؐ کی مکی زندگی کو ''دل کی زندگی'' اور مدنی زمانے کو ''دماغ کی زندگی'' قرار دیا گیا ہے۔ حکیم عبدالرؤف دانا پوری کی ''اصح السیر'' اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی ''سیرت المصطفیٰ'' بھی اردو کی قابل ذکر تصنیفات ہیں۔ بقول ظہیر الدین مولانا ادریس کاندھلوی کا عاشقانہ رنگ اور شانِ نبوت پر فدا ہونا اس کتاب کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے۔(۱۱) ''سیرت المصطفیٰ'' کے نام ہی سے ایک اور کتاب مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی ہے جب کہ ''محمد رشی'' اور ''مقدس رسول'' کے عنوان سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو کتب راج پال کے جواب میں سامنے آئیں۔ ڈاکٹر انور محمود خالد کے مطابق شاہ محمد جعفر پھلواروی کی ''پیغمبر انسانیت'' حضورؐ کی انسانی اقدار کو ایک خاص انداز میں اجاگر کرنے پر توجہ دیتی ہے۔(۱۲) اردو میں لکھی گئی معتبر سیَر میں نعیم صدیقی کی ''محسن انسانیت'' اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ''سیرتِ سرورِ دوعالم'' بھی شامل ہیں۔ اسی طرح مفتی محمد شفیع کی ''آداب النبیؐ''، طاہر القادری کی ''درِّ یتیمؐ''، عبدالماجد دریابادی کی ''خطبات ماجدی''، ابوالکلام آزاد کی ''رسول رحمتؐ'' نصیر احمد ناصر کی ''پیغمبر اعظم و آخرؐ''، سید اسعد گیلانی کی ''رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب'' ڈاکٹر حمید اللہ کی ''عہد نبوی میں نظام حکم رانی''، صفی الرحمٰن مبارک پوری کی ''الرحیق المختوم'' اور پیر کرم شاہ الازہری کی ''ضیاء النبیؐ'' نے بھی اردو سیرت نگاری میں اپنی اپنی جگہ بنائی۔ ان میں سے آخر الذکر تحریر کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے عبداللہ صالح یوں رقم طراز ہیں:

> ''یہ کتاب قدیم اور جدید ماخذ کا نچوڑ ہے۔ نیز سیرت نگاری کے ہر پہلو کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ سیرت جہاں زمانی ترتیب کی حامل ہے وہاں شمائل و اخلاق نبوی، موضوعاتی مطالعہ اور ادب و انشاء کو اجاگر کرتی ہے۔ نیز اس میں سیرت نگاری کے جمالیاتی و تجزیاتی اسلوب کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔''(۱۳)

نبی اکرم ﷺ کی منظوم سیرت عربی اور اردو میں بھی لکھی گئی۔ امام نبہانیؒ عربی منظوم سیرت نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''حضور سید کائناتؐ کے مدح سراؤں میں سے کہنہ مشق وہ شاعر ہے جو حضور کے فضائل، شمائل، دلائل اور تمام حقیقی کمالاتِ محمدی کو از بر کرتا ہے اور بہترین انداز میں اپنے کلام میں ان کا اظہار کرتا ہے۔''(۱۴)

طاہر اقبال خان سیرت نگاری کے عالمی موضوع ہونے کے بارے لکھتے ہیں:

> ''مسلمان جہاں جہاں بستے ہیں، اپنی علمی استعداد کے مطابق سیرت رسول پر دن رات کام کرتے ہوئے اپنی آخرت سنوار رہے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، ترکی؛ ہر زبان میں معتدبہ سرمایہ ادبِ سیرتِ رسول ﷺ موجود ہے۔ سیرت

رسولؐ باقاعدہ ایک علیحدہ فن ہے جو ایک فن کے طور پر دوسری صدی ہجری میں معرضِ وجود میں آیا۔''(۱۵)

پنجابی زبان میں اس کا آغاز سترہویں صدی عیسوی میں منظوم سیرت نگاری سے ہوا جب حافظ برخوردار رانجھا (پ1030ھ/1620ء) نے اس موضوع پر'' حکایت پاک رسول دی'' کے عنوان سے پہلی کتاب تخلیق کی۔(۱۶) اُن کی انواع برخوردار'' میں بھی سیرت کے موضوعات اختیار کیے گئے ہیں۔اس کے بعد ایک زمانے تک سیرت نگاری منظوم ہی رہی۔منظوم کلام میں بہت سی شعری اصناف میں نبیؐ پاکؐ کے احوال وآثار بیان ہوتے رہے۔(۱۷) مولوی عبداللہ لاہوری کے ''باراں انواع'' میں بھی معراج نامہ موجود ہے۔حامد شاہ عباسی کی ''اخبارالآخرت'' کا پہلا نصف سیرت کے بیان پر مبنی ہے۔اس قسم کی کتابوں میں مولوی روشن دین کی ''سراج محمدی''، ''شمع محمدی'' اور ''ہجرت محمدی''، محمد حسین حافظ کی ''سبز گنبد دے نظارے''، مولوی صمصام علی صمصام کی ''جھوک مدینے والے سلطان دی'' اور جھوک ڈسیندی ڈھٹی جگاں دے پیر دی''، نور حسین گرجاکھی کی ''فضائل مصطفیٰ''، چراغ دین جونیکے والے کی ''سوانح عمری حضرت رسول مقبولؐ'' اور ''مکے دا میلا مدینے دے موتی'' محمد اشرف فاروقی فاضل گلیانوی کی ''قصص الحسنین''، عبدالکریم قریشی قلعہ داری کی ''روح العباد فی ذکر المیلاد''، ''صلح نامہ حدیبیہ'' اور ''تاریخ فتح مکہ''، مولوی عنایت اللہ ابن محبوب کی ''بستانِ حرم'' محمد بخش فرشی کی ''سوانح عمری رسول مقبول دی''، مولوی محمد مخدوم کی ''خاتم النبیینؐ''، بشیر احمد بٹ کی ''معراج دی رات'' اور مولوی محمد عثمان کی ''اسلام تے مسلماناں دی تاریخ'' بھی شامل ہیں۔حفیظ تائب کی تحقیق کے مطابق پنجابی کی پہلی مکمل سیرت مولوی محمد مسلم کی ''گلزار محمدی'' ہے۔(۱۸)

میاں محمد بخش کی ''تحفہ رسولیہ''، مولوی عمر دین کی ''ظہور اسلام یعنی تواریخ اسلام''، مولوی محمد ازہر کی ''گلزار محمدی''، مولوی احمد دین بھکھوی کی ''انوار محمدی''، مولوی عبدالستار کی ''اکرام محمدی''، حکیم عبداللطیف عارف کی ''شان حضور عرف کملی والا''، فضل حق نصیر کی ''سیرتِ حبیبؐ''، محمد ولایت امرتسری کی ''کمبل پوش''، مولوی حبیب اللہ کی ''ذکر رسول''، دائم اقبال دائم کی ''ختم الرسل''، محمد یعقوب نقش بندی کی ''سید المرسلین''، حکیم صمصام کی ''درِّ یتیم'' اور صوفی احمد علی کی ''سچیاں سرکاراں'' مکمل، باقاعدہ اور قابل ذکر کتابیں ہیں۔

سیرت نگاری کو دوسری زبانوں کے برابر لاکر رکھنے کی ضرورت کا پہلی بار احساس بیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا اور شعراء نے اس طرف توجہ کی۔اس احساس کے تابع دو قسم کی تخلیقات دکھائی دیتی ہیں: 1۔علماء کی تصانیف اور 2۔عام شعراء کا زورِ بیان۔اس سلسلے میں تیسرا رجحان نثری تصنیفات کا ہے جو اس وقت ارتقاء پذیر ہے۔(۱۹)

پنجابی نثر میں سیرت نگاری کا آغاز ایک غیر مسلم سیوا سنگھ کے قلم سے ہوا۔انہوں نے 1928ء

میں ''حضرت محمد صاحب دا پوتر جیون'' کے عنوان سے گورمکھی سکرپٹ میں سری جی آر سیٹھی کی نگرانی میں یونین پریس امرتسر سے ایک مکمل کتاب شائع کی۔ منظوم سیرت نگاری کے ضمن میں حکیم عبداللطیف عارف کی تصنیف ''شان حضور عرف کملی والا'' میں واقعات کی کچھ تفصیل نثر اور کچھ نظم میں آتی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ''خیر البشر'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جب کہ بعد کے ایڈیشنوں میں اس کا نام بدل کر ''شان حضور'' عرف کملی والا کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ اس شعبے میں حبیب اللہ فاروقی کی ''نبیاں دا سردار''، مولوی محمد سعید کی ''محمدؐ''، عبدالکریم ثمر کی ''سچی سرکار''، دل شاد کلانچوی کی ''رسول کریم''، سید اختر جعفری کی ''حضور پر نورؐ''، سمیع اللہ قریشی کی ''حضورؐ دی حیاتی''، حمید اللہ ہاشمی کی ''امت دا والیؐ''، سلیم خان گمی کی ''چن عربوں چڑھیا''، مہر عبدالحق کی ''کونین دا والی''، محمد اقبال نجمی کی ''سیرت حضورؐ دی''، قدر آفاقی کی ''مکی مدنی ماہی''، ڈاکٹر عبدالرشید کی ''الہادی'' اور ''حیاتی سوہنڑے نبی دی''، وقار عنایت اللہ کی ''''سیرت النبیؐ''، سجاد حیدر پرویز کی ''مدنی مٹھا من ٹھار''، بہاء الحق عارف کی ''جہاناں دی رحمت''، جبیں گل ریاض کی ''خزینۂ رسالت''، محمد رمضان طالب کی ''رب دا محبوب''، اظہر محمود کی ''سرکار دی سیرت''، عابدہ حسین کی ''سوہنا محمد: انساناں دا محسن تے رہبر''، سعیدہ رشم کی ''سیرت پاک محمد دی''، محمد صدیق شاکر کی ''سونہڑیں سئیں دی سیرت'' اور ''سئیں سوہنے دا خلق'' اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں پنجابی میں لکھی گئی کچھ معتبر کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ پہلے چند منظوم کتابوں کا تذکرہ ہوگا اور پھر نثری کتب پر ایک نگاہ ڈالی جائے گی:

مولوی محمد مسلم کی ''''گلزارِ محمدی'''' 1281 ہجری مطابق 1864ء میں مُفصہ شہود پر آئی۔ اصل میں یہ اُن کی ایک بڑی کتاب ''عجائب القصص'' کا چوتھا حصہ ہے جس میں نبی رحمتؐ کے علاوہ حضرت آدمؑ اور دو دیگر اکابر کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ ''گلزار محمدی'' کے پانچ ابواب ہیں جن میں سے پہلا باب حضرت نبی کریمؐ کی ولادت سے ہجرت حبشہ تک کے واقعات، دوسرا معراج النبیؐ، تیسرا ہجرت مدینہ سے وصال تک اور چوتھا وصال کے بعد سے کربلا میں حضرت حسین کی شہادت تک کو موضوع بناتا ہے۔ مذکورہ موضوعات کے تابع آنے والے تمام واقعات شعری صورت میں تفصیلی طور پر بیان ہوئے ہیں۔ شعری ہیئت اختیار کرنے کے باوصف شاعر نے تاریخی واقعات احتیاط، انتخاب اور تنقیدی شعور کے ساتھ استعمال کیے ہیں۔ بہر حال انہوں نے جزئیات کی طرف کم توجہ دی ہے اور سیرت نگاری کے ابتدائی ایام میں ایک محتاط اور قابل تقلید مثال قائم کر دی ہے۔ مثال کے طور پر جناب رسالت مآب کے اخلاق طیبہ کے بارے لکھتے ہیں:

پیغمبر دے خلق دا کیہ مَیں کراں بیان
وچ کتاب خدائے دی ہے گا سب عیان
آیا وچ قرآن دے جس دا خلق عظیم
دے گواہی اوس دی جاں خود رب رحیم (۲۰)

میاں محمد بخش رومانی شاعر ہیں اور اُن کی شہرت قصہ گو کے طور پر ہے لیکن اُن کے فلاسفہ میں اخلاقیات کے عمل دخل کی بناء پر انہیں صوفی شعراء میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ 1870ء میں ان کا ایک کتابچہ ''تحفہ رسولیہ'' کے عنوان سے شائع ہوا جس میں نبی کریمؐ کی سیرت آپؐ کے اعضائے جسمانی سے واقع ہونے والے معجزات کے ذریعے بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس تحریر میں نبی اکرمؐ کی رحمت، شفقت اور فصاحت و بلاغت اور اوصافِ حمیدہ بھی بیان ہوئے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کے کمالات کے حوالے سے شاعر نے لکھا ہے:

اللہ پاک عظیم بنائے پاک اخلاق نبی دے
کسے نہیں طاقت ظاہر کر کے دسے خوب سبھی دے(۲۱)

(اللہ تعالیٰ نے نبی محترمؐ کے اخلاق کو اتنے بڑے درجے پر رکھا ہے کہ انہیں کھول کر بیان کرنے کی مَیں طاقت نہیں رکھتا۔)

حکیم عارف کی کتاب '''' شانِ حضور عرف کملی والا '''' اس پہلو سے منفرد ہے کہ یہ بیک وقت نظم و نثر میں رقم ہوئی ہے۔ وہ مختلف واقعات نثر میں بیان کرتے کرتے نظم میں بیان کرنے لگتے ہیں۔ نثر اگرچہ کم ہے لیکن نظم میں بھی انہوں نے بیان کی آسانی اور سہولت کے لیے کئی بحریں استعمال کی ہیں۔ 1343 ہجری مطابق 1924ء میں پہلی بار ''خیر البشر'' کے نام سے شائع ہونے والی اس کتاب کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس سیرت میں واقعات تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور جزئیات نگاری سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ کسی اہم واقعے کے ساتھ متعلق ضمنی واقعات اور صاحبِ سیرت کے حوالے سے قرآن، حدیث اور روایات کا بیان بھی عام ہے۔ مثال کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے کلام اور معمولات کے بیان میں سورہ مزمل کا مکمل ترجمہ شعر میں بیان کر دیا گیا ہے اور اعلان رسالت کے حوالے سے سورۃ مدثر کا ترجمہ وغیرہ۔ یوں اس سیرت میں جگہ جگہ دلائل و براہین کے لیے قرآن و حدیث کو براہِ راست سیرت نگاری کا حصہ بنایا گیا ہے خواہ وہ غزوات ہوں یا از قسم حضرت عائشہؓ پر بہتان کا واقعہ یا دیگر معاملات جن میں اصلاح و راہ نمائی کے لیے قرآنی آیات نازل ہوتی رہیں۔ یہ عشق مصطفیٰ کی انتہاء ہے کہ لکھاری نے ایک ایک واقعہ پوری توجہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔(۲۲)

محمد ولایت امرتسری کی ''کمبل پوش'' کی تقلید میں ''ختم الرسلؐ'' عرف کمبل پوش کے نام سے 1361 ہجری مطابق 1942ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے بھی اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب پنجاب کے دیہات میں بہت مقبول ہوئی لیکن اس میں کئی ضمنی واقعات الحاقی ہیں۔ سیرت کا بیان حسبِ روایت عرب کے قبل از اسلام حالات سے شروع ہوتا ہے اور از حد تفصیلات کے ساتھ آپؐ کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ اس تصنیف میں رسول اکرمؐ کی سیرت سے بڑھ کر عظمت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تاریخ اور سیرت میں واقعات تو وہی ہیں جو پہلے سے

بیان کیے جا رہے ہوتے ہیں؛ کسی تصنیف کی شہرت کا باعث جذبہ، اسلوب اور طرز نگارش ہوتا ہے۔ اس کتاب کی جذباتیت اور اسلوب اس کی مقبولیت کا باعث ہے۔ شاعر نے جگہ جگہ حضورﷺ کے معجزات کے ذکر کے ذریعے قاری کو متوجہ رکھا ہے۔

چراغ دین جونیکے والے کی سیرت کی کتاب ''سوانح عمری حضرت رسول مقبول یعنی گلزار محمدی'' کے عنوان سے 1946ء میں تخلیق ہوئی لیکن 1953ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ 224 صفحات پر مشتمل یہ تصنیف سرکار رسالت مآبؐ کی ولادت سے حضرت علی کی شہادت تک کے واقعات پر مبنی ہے۔ سوانح عمری حضرت رسول مقبول'' اس حوالے سے اہم ہے کہ اس میں نہ تو جزئیات نگاری پر زورِ بیان صرف ہوا ہے اور نہ ہی واقعات کے بیان میں اختصار کو لازمہ بنایا گیا ہے۔ اس میں احادیث کے حوالہ جات کو اہمیت دی گئی ہے اور واقعات سنین ہجری کی ترتیب سے رکھے گئے ہیں۔

درویش محمد یعقوب نقش بندی کی منظوم تصنیف ''سید المرسلین'' کی تین جلدیں ہیں۔ اس کی پہلی جلد 1960ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں نبی دو عالمؐ کے ساتھ شاعر کی محبت اور عقیدت بے حد نمایاں ہے۔ کتاب کی پہلی جلد میں عرب کے اُس عہد کے حالات سے بات شروع کر کے آپ کی تجارت اور شادی تک کے واقعات نظم ہوئے ہیں۔ دوسری جلد 1962ء میں منصۂ شہود پر آئی اور اس کا آغاز حضورﷺ کی ذات گرامی کی خصوصیات کے بیان سے ہوتا ہے۔ ابھی اعلان نبوت نہیں ہوا کہ آپ شرک سے اجتناب فرماتے ہیں اور قیام امن اور حقوق انسانی کے لیے آپ ایسی مثال ہیں کہ عرب والے آپ کو صادق و امین کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اس عہد کے مسلسل واقعات میں اعلان نبوت اور معراج النبی تک کی تاریخ اسی جلد میں ہے۔ 1979ء میں اس کتاب کی تیسری جلد سامنے آئی اور اس میں ہجرت مدینہ سے لے کر وصال تک کی تاریخ جمع کی گئی ہے۔ سیرت کی یہ کتاب اپنے اندر اپنے سے پہلی کتابوں کی نسبت اور بھی زیادہ تفصیلات فراہم کرتی ہے۔

صوفی احمد علی کی منظوم سیرت ''''سچیاں سرکاراں'''' 1993ء میں فیصل آباد سے شائع ہوئی۔ اگرچہ شاعر نے خود لکھا ہے کہ یہ تاریخ کی کتاب نہیں اور نہ ہی تاریخ آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے کے واقعات بتانے پر قادر ہے۔ پھر بھی اس کتاب میں آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام تک پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ ''سچیاں سرکاراں'' میں جگہ جگہ حواشی بھی دیے گئے ہیں جن کے لیے پنجابی نثر کا سہارا لیا گیا ہے۔ شعری سیرت مکمل کرنے کے بعد حضورﷺ کے بارے قرآن مجید کے کچھ فرامین، اور غیر مذہب رکھنے والے کچھ منتخب لوگوں کے خیالات نثر میں بیان کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پہلے باون صفحات پر دیباچہ، عربوں کی تاریخ، حضورؐ کے زمانے میں عربوں کی مذہبی حالت، شمائل نبوی، آپؐ کے پرکھوں کے فضائل، اُنؐ کے احباب، ازواج مطہرات اور حضور کی ولادت وغیرہ پر نثری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ''سچیاں سرکاراں'' کے آغاز میں ''سیرت نبویؐ کے ارتقاء پر بھی روشنی

ڈالی گئی ہے اور ابن سعد کی ''طبقات''، ابن جوزی اور ابن کثیر کے بعد اردو سیرت نگاروں کے کارناموں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں قرآن اور سیرت کو ایک ساتھ دیکھا ہے اور انفس و آفاق اور ایام اللہ کے پس منظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو قاری کے لیے قابل عمل بنانے کی طرف توجہ دی ہے۔ پچھلے واقعات کے بعد سیرت کا بیان صفحہ 156 سے 390 تک ہے۔ سیرت پر یہ تصنیف مستند حوالے اختیار کرنے کے باعث قابل ذکر کتاب ہے۔ نبی دو عالمؐ کی پیدائش کے حوالے سے دو شعر دیکھیے:

اوہ مطلوب اج حاصل ہویا دُنیا دے وسنیکاں
جیہندی تانگھ چروکی آہی جینہدیاں رہیاں اُڈیکاں
ہندی خاطر باغ سجایا ہوندیاں رہیاں گڈائیاں
اوہ پھُل کھڑیا اج گلزارے مہکاں باگیں لائیاں(۲۳)

زیر مطالعہ موضوع پر غالیہ فروغ احمد کی ''حضرت آمنہ دا لال''، دل شاد کلانچوی کی ''رسول کریمؐ''، سید اختر جعفری کی ''حضور پر نور''، جبین گل ریاض کی ''خزینہ رسالت''، پروفیسر بہاؤالحق کی ''جہاناں دی رحمت''، محمد رمضان طالب کی ''محبوب رب دا''، اظہر محمود کی ''سرکار دی سیرت''، سعید رشم کی ''سیرت پاک محمدؐ دی''، محمد صدیق شاکر کی ''سونہڑیں سئیں دی سیرت'' اور سجاد حیدر پرویز کی ''مدنی مٹھا من ٹھار'' وغیرہ بھی قابل ذکر کتابیں ہیں جن میں سے کچھ بچوں کے لیے اور کچھ علماء وطلباء کے لیے اہمیت کی حامل ہیں لیکن یہاں نثر میں مرقوم اہم کتابوں کا مختصر تعارف پیش ہے:

''حضرت محمد صاحب دا پوتر جیون'' 1928ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف سردار سیوا سنگھ ایک صلح کل اور اتحاد بین المذاہب کے لیے کوشاں شخصیت تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے نہ صرف یہ کتاب تصنیف کی بلکہ ہندوستان کے دوسرے کئی مذاہب کے حوالے سے کتابیں لکھنے کے علاوہ سورۃ بقرہ کا پنجابی ترجمہ بھی کیا اور ''قرآن دی کنجی'' نامی ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلام کے حوالے سے اُن کی معلومات محدود ہیں اور اسی وجہ سے سیرت کا یہ کام بھی گہرے تحقیقی مطالعے سے عاری ہے۔ لکھاری کے پیش نظر ہندوستانی سماج کی ضرورتیں اور لکھاری کے اپنے تئیں اتحاد بین المذاہب کے مقاصد رہے ہیں۔ اس کتاب کو سیرت نگاری میں زمانی اوّلیت تو ضرور حاصل ہے لیکن اپنی معلومات کے محدود، غیر مستند اور گورمکھی میں ہونے کی وجہ سے یہ مقبولیت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ویسے بھی یہ مسلمانوں کی بجائے غیر مسلمانوں کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس میں انداز بیان اور ترتیبِ مضامین روایتی سیرت کی کتابوں والی استعمال کی گئی ہے۔ اکثر معلومات تاریخی ہیں لیکن کئی جگہ معلومات کی کمی، دوسرے غیر مسلم مصنفین کی سندیں اور مسلمانوں کو بعض معاملات میں متعصب قرار دینے کی کوششیں گم راہ کر دیتی ہے۔ یہ کتاب اپنی اوّلیت کے باوجود اپنے مقاصد میں ناکام رہی۔

اس کے باوجود کہ 1924ء میں عبداللطیف عارف کی ''خیر البشر'' پنجابی شعر و نثر میں شائع ہو چکی تھی لیکن خالص نثر میں ''حضرت محمد صاحب دا پوتر جیون'' شائع ہونے سے جو غلط فہمیاں وجود میں آنے لگی تھیں اُن کے ازالے کے لیے حبیب اللہ فارقی نے قلم تھاما اور کم و بیش چودہ برس بعد 1942ء میں ''نبیاں دا سردارؐ'' کے عنوان سے خالصتاً نثر میں ایک اہم کتاب شائع کی۔ اس کی اہمیت اس پہلو سے بھی ہے کہ یہ کسی پنجابی مسلمان کے قلم سے نکلنے والی پہلی نثری کتاب ہے اور اس میں مستند معلومات شامل ہیں۔ مصنف نے خود لکھا ہے کہ انہوں نے اس مقصد کے لیے قاضی سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ اللعالمین'' سے استفادہ کیا ہے۔ اس تصنیف میں لکھاری نے نبیٔ رحمتﷺ کی سیرت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت کام کیا ہے۔

''نبیاں دا سردار'' میں سیرت کے بیان کے لیے داستان، روایت اور شاعرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے جس نے اپنے سے بعد میں لکھنے والوں کو بھی متاثر کیا۔ ان کی تحریر لفظی مصوری کی اہمیت کی حامل ہے اور ایمان افروزی کا باعث بنتی ہے۔

عبدالکریم ثمر کی کتاب ''سچی سرکار'' 1962ء میں لاہور سے شائع ہوئی جس کے اب تک کئی ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اس کتاب میں بھی شاعرانہ طرزِ تحریر موجود ہے۔ مصنف کا اپنا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب اس مقصد کے ساتھ سامنے آئی ہے کہ رسول اللہﷺ کی سیرت کے وہ پہلو سامنے آ سکیں جن کے ذریعے معاشرے میں اخلاق، مہر، محبت، اور تہذیب اسلامی کی خصوصیات پیدا ہو سکیں اور اُن میں جذبۂ جہاد اور تبلیغ کار جحان وجود میں آ سکے۔ اس کتاب میں بھی مستند تواریخ و سیَر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مکہ کے جغرافیے سے آغاز کیا گیا ہے اور سلسلہ وار نبی کریمؐ کے آخری ایام تک کے واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف نے قرآن کے حوالے سے ''ورفعنا لک ذکرک'' کے مقصد کو اہمیت دی ہے۔ اس تصنیف کو اپنے استناد اور اسلوب کی بناء پر پنجابی میں شائع ہونے والی سیَر میں خصوصیت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ مصنف کا اندازِ بیان ناصحانہ اور مبلغانہ ہے۔

پاکستان ٹائمز کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مولوی محمد سعید کی کتاب ''محمدؐ'' کا اسلوب مکالماتی ہے۔ اس میں عالم کا نام ''مولوی عبدالحق'' ہے جب کہ حکیم، شیخ، مستری اور میاں نام کے کردار ''مولوی صاحب'' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے سوالات کرتے ہیں جن کے جوابات ہی سیرت کا بیان ہیں۔ کتاب کے دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ اس میں اختیار کیے گئے مکالمے میں سیرت کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔ ''محمد'' (ﷺ) میں مستند کتبِ سیَر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے 37 ابواب مختلف نشستوں پر مبنی ہیں۔ ہر نشست میں لوگ آتے ہیں، ادھر اُدھر کی باتیں شروع ہوتی ہیں اور محفل جم جانے پر سیرت پر سوال آنے لگتے ہیں۔ پھر مرکزی کردار (مولوی صاحب) سیرت پر معلومات دیتے ہیں۔ یوں عالمانہ اور انشائی انداز کی اس گفتگو کے ذریعے عوام الناس کو سیرت پاک کی معلومات اس طرح

دی جاتی ہیں کہ اُن کی عام زندگی میں رائج ہونے کے امکانات زیادہ سے زیادہ رہیں۔

''اُمت دا والی'' 1981ء میں فیصل آباد سے شائع ہونے والی ایک مختصر سیرت سرزمینِ عرب کے تعارف سے شروع ہوتی ہے جو منطقی طور پر سرکارِ رسالت مآبؐ کے آخری ایام تک چلتی ہے۔ حمید اللہ ہاشمی کی اس کاوش میں ضرورت کے مطابق کئی جگہ حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ پنجابی سیرت نگاروں میں سب سے پہلے اِنہوں نے بنو ہاشم کا شجرہ بھی شامل اشاعت کیا ہے اور اپنے آپ کو نہ صرف نبی اکرمؐ کے حالاتِ زندگی تک محدود رکھا ہے بلکہ دین کی بنیادی باتوں پر بھی صرف ضروری کلام ہی کیا ہے۔اس کے باوجود اس کتاب میں کئی جگہ جذباتی انداز بھی آ گیا ہے جس سے افسانوی طرزِ بیان ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔

''چن عربوں چڑھیا'' 1982ء میں کوئٹہ سے شائع ہوئی جس کا دوسرا ایڈیشن 1993ء میں لاہور سے منصۂ شہود پر آیا۔اس تصنیف کے آغاز میں سیرت نگاری کا ارتقاء بیان کیا گیا ہے اور اندرونی صفحات میں جگہ جگہ حکیمانہ استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ مصنف کی رائے ہے کہ دُنیا میں بڑے لوگوں کی سیرتیں لکھی جاتی رہی ہیں لیکن حضورﷺ ایک بہت بڑی شخصیت ہیں اور ان کی اہمیت بھی بے پایاں ہے۔آپؐ عالمین کے لیے رحمت بن کر آئے لہٰذا آپؐ کا بشری اور نبوی اثر ماضی حال اور مستقبل پر ہے۔''چن عربوں چڑھیا'' میں آپؐ کی مکی اور مدنی زندگی کو الگ الگ فصلوں میں بیان کیا گیا اور آپؐ کی زندگی کے اہم واقعات کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ پروفیسر یونس حسن کہتے ہیں کہ سیرت کی اس کتاب کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنف سراپا عشقِ رسول میں ہیں اور اُن کی تحریر میں نہ ختم ہونے والی تاثیر ہے۔(۴۴) اس کتاب کا مکی زندگی والا حصہ مرتب ہے اور عمرانی اور تاریخی حوالوں کے ساتھ مکمل کیا گیا ہے جب کہ دوسرے حصے کا ربط معنوی لحاظ سے پہلے حصے کے ساتھ ہونے کے باوصف اسلوب کے اعتبار سے انشاء پردازی کا نمونہ بھی ہے جس میں جذبات کی شدت نے بہر حال تاثیر پیدا کی ہے۔

''کونین دا والی'' 1982ء میں ملتان سے شائع ہوئی۔اس کا موضوع حضورؐ کی سیاسی وسماجی جدوجہد ہے کیوں کہ اس میں مصنف مہر عبدالحق خود دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے روشن خیالی کی مثال پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اپنی تحریر میں مستشرقین کی سیَر سے متاثر دکھائی دیتے ہیں اور 'Life of Muhammad' کے حوالے جگہ جگہ اہتمام سے استعمال کرتے نظر آتے اور اس تصنیف کو زیادہ سے زیادہ جدید طرزِ فکر کے قریب کرنے کی کوشش میں دکھائی دیتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں شق الصدر اور معراج نبویؐ کے واقعات کو سرے سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اسی بناء پر ڈاکٹر سعیدہ رشم لکھتی ہیں کہ ''کونین دا والی'' کی اصل خوبی ماحول میں حضورؐ کی زندگی کا زمانی تجزیہ اور آپ کی وہ جدوجہد ہے جو خاص طور پر عرب تہذیب میں ایک منفرد تبدیلی لے کر آئی۔ مصنف کی پوری توجہ آپؐ کے برپا کیے ہوئے

سماجی انقلاب پر مرکوز ہے۔ مصنف نے ایک روحانی اور مذہبی شخصیت کے خاص سماجی اور انقلابی کردار کی وضاحت میں زورِ بیان صرف کیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو عقلی اور منطقی حدوں سے باہر ہو۔ لیکن سیرت کے مطالعے میں یہ ضروری نہیں کہ ہر بات منطق اور اصول پر پوری اترتی ہو کیوں کہ نبی کی سیرت میں منطق نہیں وحی اور حکم الٰہی کی اہمیت ہوتی ہے۔(۲۵)

1985ء میں لاہور سے شائع ہونے والی قدر آفاقی کی کتاب ''مکی مدنی ماہی'' تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جس کے پہلے حصے میں حضورؐ کی پیدائش سے پہلے کے عرب، دوسرے حصے میں میلاد النبیؐ اور احوال نبی بیان کیے گئے ہیں جب کہ تیسرے حصے میں معجزات وتعلیمات نبوی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کتاب کو اب تک کی پنجابی سیَر میں ضخامت اور دلائل کے حوالے سے اہم کتاب کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے۔ اس میں قرآنی آیات کے دلائل کے ساتھ ساتھ مستند عربی اور اردو سیرت نگاروں سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تسلسل میں 1995ء میں سید اختر جعفری کی کتاب ''نبیؐ پاک دے معجزے'' بھی شائع ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد کی تصنیف ''خیر البشرؐ'' 2005ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے آغاز میں حضورؐ کی ذاتِ والا مرتبت کی شان میں تیرہ مختصر عنوانات قائم کیے گئے ہیں اور آپ کی صفات پر آپؐ کے اسمائے گرامی اور قرآن مجید کا آپ کے لیے اندازِ تخاطب زیرِ بحث آیا ہے۔ اس کے بعد آپ کے خاندان کے ذکر سے باقاعدہ سیرت شروع ہوتی ہے جو مکی، مدنی ادوار، بعثت، فتح مکہ، حجۃ الوداع اور دوسرے بڑے موضوعات کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی حیات مبارکہ کے دیگر لطیف موضوعات پر محیط ہے۔ اس کتاب کے آخری ابواب میں ایک مستقل موضوع اُمت پر حضور نبی کریمؐ کے حقوق کے حوالے سے بھی قائم کیا گیا ہے۔ بالکل آخر میں آپ کے خاندان اور متعلقہ افراد پر خصوصی تحاریر پیش کی گئی ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۱، طبع اول، ۱۹۷۵ء، ص:۵۰۶

۲۔ جنید ندوی، محمد، عصری سماجی علوم میں سیرت نگاری کے اسالیب مطبوعہ معارف مجلّہ تحقیق، اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، کراچی، شمارہ ۲، ص:۵۱

۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی، جلد اول، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۸۱ء، ص:۳۲، ۳۳

۴۔ محمد اکرم رانا، ڈاکٹر، فن سیرت نگاری کا اجمالی جائزہ، مقالات سیرت نبوی، جلد اول، پہلی سہ روزہ قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۱ تا ۱۳ فروری ۲۰۰۰ء، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور، ۲۰۰۵ء، ص:۱۶۱

۵۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دارِ صادر، بیروت ۱۴۰۵ھ، جلد:۵، ص:۴۳

۶۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی، جلد اول، ص:۳۰

۷۔ نگار سجاد ظہیر، ڈاکٹر، سیرت نگاری: آغاز وارتقاء، کراچی: قرطاس، کراچی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص:۲۵۰

۸۔ عبدالرحیم قدوائی، ڈاکٹر، سیرۃ طیبہ پر بیسویں صدی کے مستشرقین کی تصانیف، نقوش، سالنامہ، شمارہ ۱۴۱، ص:۲۳۹

۹۔ ایضاً، ص:۴۶-۲۴۰

۱۰۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، سرسید احمد خان اور اُن کے رفقاء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء، ص:۱۴

۱۱۔ انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص:۶۶۶

۱۲۔ ظہیر الدین، محمد، محمد ادریس کاندھلوی کی علمی خدمات، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص:۱۷۹

۱۳۔ عبداللہ صالح، اردو ادب میں ضیاء النبیؐ کی منفرد خصوصیات، ضیائے حرم (ضیاء الامت نمبر)، لاہور، اپریل ۱۹۹۹ء، ص:۲۷۲

۱۴۔ النبھانی، امام یوسف بن اسماعیل، المجموعہ النبھانیۃ فی المدائح النبویہ، جلد-1، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص ۲۷

۱۵۔ طاہر اقبال خان، ڈاکٹر، اردو میں منظوم سیرت نگاری، مقالہ پی ایچ ڈی اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۴ء، ص:۸

۱۶۔ گمی، سلیم خان، پنجابی میں سیرت نگاری، المعارف، ماہنامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۸۳ء، ص:۱۶

۱۷۔ آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر، پنجابی نعت (تحقیقی تے تنقیدی جائزہ)، مقالہ پی ایچ ڈی پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص:۱۳۱

۱۸۔ حفیظ تائب، پنجابی وچ سیرت رسول حضرت محمد ﷺ: اک جائزہ، کھوج، شش ماہی، شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، شمارہ ۳۵، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۵ء، ص:۳۳

۱۹۔ آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر، پنجابی ادب وچ سیرت رسول، کتن ول دھیان، مرتبہ عمران نقوی، بزم فقیر پاکستان، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۲۶

۲۰۔ محمد مسلم، مولوی، گلزار محمدی، حاجی چراغ دین سراج دین، کشمیری بازار، لاہور، ۱۳۲۵ھ، ص:۲۹

۲۱۔ میاں بخش، میاں تحفۂ رسولیہ، الٰہی بخش تاجر کتب، لاہور، ۱۲۸۸ھ، ص:۲۳

۲۲۔ فاخرہ شجاع، ڈاکٹر، حکیم عبداللطیف عارف: حیاتی، فکر تے فن، مقالہ پی ایچ ڈی پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۲۲۶

۲۳۔ احمد علی، صوفی، سچیاں سرکاراں، فیصل آباد: شوکت دواخانہ، ۱۹۹۳ء، ص:۳۲۵

۲۴۔ یونس حسن، پروفیسر، سلیم خان گمی دی سیرت نگاری، مشمولہ: لیکھ، شش ماہی، دی اکیڈمکس، لاہور، شمارہ ۱۴، جنوری تا جون ۲۰۱۲ء، ص:۸۰

☆......☆......☆